© rasailojaraid.com

جناب کریم الدین صاحب ۔ جدّہ

قسط ۳

قرآن حکیم بائبل ——— اور ——— جدید سائنس

مُوسِعُون اسم فاعل مُوسِعٌ کی جمع ہے جس کے معنی صاحب وسعت بھی ہیں اور وسعت دینے والا بھی ۔ اگر یہاں آخرالذکر معنی مراد ہو ۔ تے تو جس چیز کو وسعت دیتے یا پھیلاتے ہیں مذکور ہوتی اور " إنا لہا لمُوسِعُون " آتا ۔ جیسے انّا انزلنا الذکر و انا لہ لحٰفظون میں لہ کی ضمیر لائی گئی ہے ۔ چونکہ آیت زیر بحث میں سمآء کی لوٹنے والی ضمیر (لہا) استعمال نہیں ہوئی اس لئے یہاں موسِعُون کا ترجمہ وسیع القدرت سے کرنا ہی صحیح ہے ۔ اور اہلِ مصر کی جدت قابلِ قبول نہیں ۔ نیز سیاق و سباق کے اعتبار سے بھی وہ یہاں موزوں معلوم نہیں ہوتی ۔

۲۵ ۔ صفحہ ۲۳ ، ۲۴ ۔ " قرآن خلائی تسخیر کے متعلق بھی اشارہ کر رہا ہے ۔ آج انسان چاند پہ قدم رکھ کر خلا کو مسخر کر چکا ہے ۔ لیکن قرآن کے نزدیک یہ کوئی انوکھی بات نہیں ۔ ذرا سورہ رحمٰن کی مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں ۔

" اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم قدرت رکھتے ہو تو آسمان اور زمین کی حدود (دائرہ کشش ثقل) سے نکل جاؤ ۔ لیکن تم (خدا کی عطا کی ہوئی) طاقت کے سوا باہر نہیں نکل سکتے ۔ تسخیرِ خلا کے لئے قوت قادرِ مطلق ہی عطا کر سکتا ہے ۔ "

ڈاکٹر صاحب تو خیر ایک عیسائی ہیں انہیں قرآن میں اگر ربطِ آیات کا علم نہ ہو تو چنداں تعجب کی بات نہیں کیونکہ انہوں نے غالباً ابھی قرآن کا اس مقصد سے مطالعہ ہی نہیں کیا ۔ مگر ہمارے (نو تعلیم یافتہ) بھائیوں کو کیا ہوا کہ وہ قرآن کی عبارت " کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا " کے مصداق ، معاذ اللہ بے ربط سمجھتے ہیں ۔ چنانچہ جیسے ہی آدمی نے خلائی سفر کیا ۔ یا چاند پر قدم رکھا انہوں نے ربط آیات سے قطعی صرفِ نظر کر کے بڑے زور سے یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ قرآن میں خلائی سفر بلکہ معاذ اللہ خلائی تسخیر کے ممکن ہونے کی چودہ سو سال پہلے ہی خبر دے دی گئی ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے تو سائنسدان ہوتے ہوئے بھی اتنی احتیاط برتی کہ لفظ سُلطٰن کا ترجمہ " خدا کی عطا کی ہوئی طاقت " کیا ۔ لیکن ان بے باک مسلمانوں نے جن میں اکثر سائنس کی ابجد سے بھی واقف نہیں ، اس لفظ کا مفہوم سائنس کی طاقت سمجھا ۔ اور ذرہ خیال نہ کیا کہ اس مفہوم کے ساتھ آیت ۳۱ تا ۳۵ کی عبارت بالکل بے تُکی اور غلط ہو جاتی ہے یعنی اس طرح :۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اے جن وانس ہم عنقریب تمہارے (حساب کتاب کے) لئے خالی ہوتے جاتے ہیں ۳۱۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے؟ ۳۲۔ اے گروہ جن وانس کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان وزمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ (مگر) نکل نہیں سکتے بجز سائنسی طاقت کے۔ ۳۳۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے؟ ۳۴۔ تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا۔ پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے۔ ۳۵۔

اس عبارت کا بے تکا پن ظاہر ہی ہے۔ اور غلطی اس میں یہ ہے کہ شعلہ اور دھوئیں سے ان حضرات کے نزدیک خلائی سفر میں پڑنے والی شہاب کی بارش اور گرم طبقہ مراد ہے۔ جن سے خلاباز سائنسی حفاظتی تدابیر کے ذریعہ سلامتی سے گذر جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ "تم اسے ہٹا نہ سکو گے"، یعنی اس کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ معاذ اللہ غلط ٹھہرتا ہے۔ ایسی بے تکی اور غلط بات کو کیونکر "وحی" مانا جا سکتا ہے؟ گویا ان نادانوں نے قرآن میں خلائی سفر کے ممکن ہونے کی خبر ثابت کرنے کی کوشش میں اس کے الہامی ہونے ہی کی نفی کر دی ع

دوستی بے خبر چوں دشمنی ست

ان آیتوں کا صحیح اور مربوط تفسیری ترجمہ یہ ہے:۔

(یہ مضمون جلال واکرام کا بقاء خالق کے متعلق بیان فرما کر آگے پھر فنا خلق کے متعلق ارشاد ہے کہ تم لوگ یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا فنا ہونا دائمی ہوگا اور حساب کتاب نہ ہوگا۔ بلکہ ہم تم کو دوبارہ زندہ کریں گے اور حساب کتاب کے بعد جزا سزا دیں گے۔ اسی مضمون کو اس طرح فرماتے ہیں کہ) اے جن وانس ہم عنقریب تمہارے (حساب کتاب کے) لئے خالی ہوتے جاتے ہیں۔ ۳۱۔ (یعنی تم سے حساب کتاب لینے والے ہیں، چونکہ حساب کتاب کی خبر دینا بھی ایک نعمت ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے؟ ۳۲۔ (آگے وقوع حساب کے لازمی ہونے کے سلسلہ میں یہ بتاتے ہیں کہ اس وقت کسی کے بچ کر کہیں بھاگنے کا بھی احتمال نہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ) اے گروہ جن وانسانوں کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو (مگر) بدوں زور کے نہیں نکل سکتے۔ ۰۰ (اور زور ہے نہیں، پس نکلنے کا وقوع بھی متحمل نہیں۔ اور جب دنیوی زندگی ۰۰ یہ حالت ہے تو قیامت میں تو اور زیادہ عجز ہوگا۔ پس وہ احتمال مرتفع ہو گیا۔ یہ بات بتا دینا بھی موجب ہدایت ہے) سوائے جن وانس! (باوجود اس کثرت وعظمت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نلم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے؟ ۳۴. (یہ تو حساب کتاب سے بچنے میں عجز کا ذکر تھا. آگے عذاب سے بچنے میں عجز کا بیان ہے. یعنی اے جن وانس کے مجرمو!) تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا. پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے. ۳۵. یہ شعلہ اور دھواں غالباً وہ ہے جس کا ذکر سورہ مرسلت میں ہے. انطلقوا الی ظل .... انہا ترمی بشرر کالقصر اور اس کا بتا دینا بھی بوجہ ذریعہ ہدایت ہونے کے ایک نعمت عظمی ہے (بیان القرآن)

اسلام کے ان نادان دوستوں نے قرآن سے خلائی سفر کا امکان ثابت کرنے میں ربط آیات میں غور نہ کرنے کے علاوہ دو "عقلی" غلطیاں بھی کی ہیں ایک تو یہ کہ انہوں نے آسمان اور زمین کی حدود سے باہر نکلنے کا مطلب زمین اور کسی جرم فلکی (جو ان کے نزدیک ایک آسمان ہے) کے دائرہ کشش ثقل سے باہر نکلنا سمجھا. حالاں کہ قرآن سے جنوں کا آسمانی خبریں معلوم کرنے کے لئے اس کے قریب تک پہنچنا اور شہاب ثاقب کے ذریعہ فرشتوں کا ان کو مار بھگانا ثابت ہے گویا وہ بغیر کسی راکٹ وغیرہ کے ہی زمین اور بہت سے اجرام فلکی کی کشش ثقل کے دائروں سے بہت آگے نکل جاتے تھے یا نکل جاتے ہیں. پھر ان سے یہ کہنا کہ اگر تم قدرت رکھتے ہو تو نکل جاؤ کیا معنی رکھتا ہے؟ پس زمین و آسمان کی حدود سے باہر نکلنے کا مطلب یہاں ساری کائنات سے باہر نکلنا ہے جو کسی طرح بھی ممکن نہیں.

دوسری غلطی ان حضرات نے آیت کے اس جملہ کا مطلب سمجھنے میں کی "مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے" اس کا مطلب یہ نکالا کہ زور ہونے پر نکل سکتے ہیں. حالاں یہ ایک اسلوب بیان ہے کسی چیز کو ناممکن الوقوع ثابت کرنے کا. جیسے قرآن میں آیا ہے کہ فلاں قسم کے لوگ جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے نہ نکل جائے. ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے گذر جائے گا تب یہ لوگ جنت میں چلے جائیں گے. بلکہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا جنت میں داخل ہونا ایسا ہی محال ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذرنا. پس یہاں بھی اللہ تعالی کائنات سے باہر نکل سکنے کو ایسا ہی ناممکن بتا رہے ہیں جیسا اس کام کی طاقت رکھنے کو. بھلا جب حضرت جبریل سدرۃ المنتہی سے آگے بڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے (جو کائنات کے اندر ہی ہے) تو پھر کائنات سے باہر نکلنے کی طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟ کاش کہ ڈاکٹر صاحب اور ان سے پہلے جدت پسند مسلمان جن کو ہم اسلام کے نادان دوست کہتے ہیں. تقریر بالا کی روشنی میں سورہ رحمن کی ان آیتوں کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں تا کہ قرآن پر ظلم کرنے سے باز رہیں.

۲۶. صفحہ ۴۶، ۴۷ علم طبقات الارض میں حال ہی میں جو اہم چیز دریافت کی گئی ہے وہ ہے "منظہر الغلاف" کی حقیقت جس سے سلسلہ ہائے کوہ وجود میں آئے. قشر الارض کی بھی یہی کیفیت ہے. جو ایک ٹھوس خول یا پوست کی طرح ہے جس پر ہم جی سکتے ہیں جب کہ اس کی تہیں گرم اور سیال ہونے کے باعث زندگی کی کسی بھی شکل کے لئے ناموزوں ہیں.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر صاحب کی یہ عبارت واضح مفہوم نہیں ہے یعنی اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ "مظہر التفاف" کی وہ کیا حقیقت ہے جو قشر الارض کی بھی کیفیت ہے۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ قشر الارض کی سلوٹیں یا شکنیں ہی جغرافیہ دانوں کے نزدیک پہاڑوں کی شکل میں رونما ہوئیں۔ ڈاکٹر صاحب نے "التفاف" (شکنیں) کی بھی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ جو جغرافیہ طبیعی میں اسکولوں میں ہم کو یہ پڑھائی گئی تھی کہ زمین شروع میں ایک آگ کا کرہ تھی۔ ایک طویل عرصہ کے بعد اس کا قشر رفتہ رفتہ سرد ہو گیا جس سے اس پر حیوانی اور نباتی زندگی ممکن ہوئی۔ ٹھنڈا ہونے پر وہ سکڑا یعنی کہیں دب گیا۔ اور کہیں ابھر آیا اور یہ ابھری ہوئی شکنیں ہی پہاڑ بن گئیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے آگے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :-

"یہ بھی ایک ارضیاتی حقیقت ہے۔ کہ پہاڑوں کے استحکام کا تعلق "مظہر التفاف" سے ہے۔ کیونکہ شکنوں کے سلسلہ یا لفاف کی بدولت ہی سلسلہ کوہ میں بلند و پست کی کیفیت رونما ہوتی ہے۔ اور یہی بلند و پست پہاڑ کہلاتے ہیں۔" یہ بات بھی یہاں گنجلک آمیز معلوم ہوتی ہے کہ پہاڑوں کے استحکام کا تعلق "مظہر التفاف" سے کس طرح ہے؟ ان کی تخلیق سے تو التفاف کا تعلق معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا نہ کہ استحکام سے۔ شاید ڈاکٹر صاحب یہ کہنا چاہتے ہوں کہ پہاڑوں کے غیر معمولی دباؤ کی وجہ سے قشر الارض اپنے نیچے کے گرم اور سیال مادہ میں کافی دھنس گیا جس سے پہاڑوں کی بنیادیں گہری ہو کر ان کے استحکام کا باعث بنیں۔ واللہ اعلم

آخیر میں صفحہ ۲۷ پر انہوں نے سورہ نبا آیت ۶، ۷ کا ترجمہ "کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟" پیش فرما کر لکھا ہے۔ "میخ یا کھونٹے (اوتاد) جو زمین میں گاڑے گئے ہیں ایسے جیسے کسی خیمے کو گاڑنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں یہاں گہرے ارضی شکنوں کی بنیادیں ہیں پس اس سلسلہ میں قرآن نے جو بیان دیا ہے وہ جدید ارضیاتی معلومات سے مکمل مطابقت رکھتا ہے۔" اس عبارت سے بھی زیادہ یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ پہاڑ قشر زمین کو اس کے گودے (یعنی اندرونی گرم اور سیال کرہ) پر جمائے رکھنے کے لئے استحکام فراہم کرتے ہیں اور صرف اسی اعتبار سے ان کو "زمین کی میخیں" فرمایا گیا ہے۔ مگر قرآن میں دوسرے تین مقامات پر (سورہ نحل آیت ۱۵۔ سورہ انبیاء آیت ۳۱۔ اور سورہ لقمان آیت ۱۰ میں) تخلیق جبال کی حکمت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ (زمین) ہمیں یعنی انسانوں کو لے کر ہلنے یا ڈانواں ڈول نہ ہونے لگے۔ اگر سائنس سے یہ ثابت ہو جاتا کہ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین ہلا کرتی۔ تب تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ واقعی سائنسی تحقیق قرآن کے عین مطابق اور اس کی تشریح کرنے والی ہے۔ باقی جو کچھ ڈاکٹر صاحب (یعنی سائنس) نے بتایا ہے یعنی پہاڑوں کے بننے کا طریقہ۔ وہ اول تو ظنی ہے دوسرے نہ قرآن کے مخاطبین اولین کے لئے کچھ مفید تھا اور نہ آج کل کے ترقی یافتہ لوگوں کے لئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس بیان کو نہیں فرمایا اور پہاڑوں کو میخیں فرمانا صرف ان کی مضبوطی سے جمے رہنے کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ نہ کہ قشر الارض کو تھامنے کے لئے کیونکہ قرآن کے مخاطبین اولین زمین کے قشر اور مغز سے محض ناواقف تھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابنہ سیدھی کی طرح مضبوطی سے جما رہنا ان کا مشاہدہ تھا جس کے لیے کسی غور و خوض کی بھی حاجت نہ تھی۔ خلاصہ یہ کہ سائنس نے ایک ظاہر اور مشاہدہ چیز کی تو بلا ضرورت ایک ظنی توجیہہ کی۔ لیکن اخبار متعلقہ حکمت کی کوئی قابلِ قبول تحقیق ہنوز نہیں کر سکی۔

میں یہاں یہ عرض کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو خصوصی طور پر انسانوں اور ان کے مویشیوں کے فائدہ کے لیے پیدا کیا ہے۔ جب کہ سائنس کی رو سے زمین کے قشر کے سرد ہونے کے نتیجہ میں ان کا خود بخود بننا لازم آتا ہے۔ میرا یہ مطلب معاذ اللہ ہرگز نہیں کہ ان کے اس طرح بننے میں خدا کا کوئی دخل نہیں۔ دخل تو ہے کیونکہ انہوں نے ہی حرارت و برودت میں بعض تاثیریں رکھی ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں کے بننے میں خصوصی ارادہ متعلق نہیں ہوتا۔ پس بخیال احقر علوم جدیدہ کو غیر خدا پرستانہ ماحول میں۔ جیسا کہ آج کل کالجوں اور یونیورسٹیوں کا ہوتا ہے۔ بلا تنقید پڑھنے پڑھانے کے نتیجہ میں ضعف ایمان کا زبردست خطرہ ہے۔

۲۷۔ صفحہ ۲۷۔ "اس قسم کی آیات کا صحیح مفہوم سمجھنا اب اس لئے ممکن ہوا ہے کہ ہم نے سائنسی میدان میں ترقی کر لی ہے ورنہ ماضی میں بے شمار لوگوں نے نہایت فصیح اور ادبی پس منظر کے ساتھ قرآن کی تفسیریں بیان کی ہیں لیکن ایسی آیات بہتر طور پر نہیں سمجھا گیا۔ کیونکہ وہ اس قسم کے سائنسی علم سے بے بہرہ اور ناواقف تھے لہذا سائنسدان ان کی تفسیر کو قابلِ قبول نہیں سمجھتے۔"

ایسی تمام آیات کی بلکہ پورے قرآن کی وہی تفسیریں صحیح اور مناسب ہیں جن کو سمجھنے کے لئے علوم جدیدہ کی مطلق ضرورت نہ ہو۔ اگر سائنسدان ان کو قابلِ قبول نہیں سمجھتے تو ان کی غلطی ہے۔ جیسا کہ نمبر ۱ (۶) میں مدلل و مفصل طور پر عرض کیا جا چکا ہے۔

۲۸۔ صفحہ ۲۸۔ آیت نمبر ۳۰۔ سورۂ انبیاء کے آخری ٹکڑے کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب نے "اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے تخلیق کیا" کر کے فرمایا ہے کہ "یہ آیت اس جدید نظریہ کی تصدیق کر رہی ہے کہ زندگی کی نمو پانی سے ہوئی" ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ غلط ہے۔ صحیح ترجمہ مع تبصرہ نمبر ۱ میں ملاحظہ ہو جس سے ہرگز سائنسی نظریہ کی تصدیق نہیں ہوتی۔

۲۹۔ صفحہ ۲۸۔ کچھ ایسی ہی صورت (پرانی تفاسیر کے غلط اور ناقابلِ قبول ہونے کی) علم نباتات کے معاملہ کی ہے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں اس علم میں ابھی اتنی ترقی نہیں ہوئی تھی کہ اس حقیقت کو ایک قاعدہ کے طور پر مان لیا جاتا کہ پودوں میں بھی نر و مادہ کے لازمی جوڑے ہوتے ہیں۔ سورہ طٰہٰ کے اس بیان پر غور فرمائیں۔ خدا وہ ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ نباتات پیدا کیں۔ جو آپس میں جوڑا جوڑا اور ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ (طٰہٰ آیت ۵۳)

آیت کی یہ تفسیر بالکل غلط ہے۔ صحیح تفسیر نمبر ۱ کے ذیل میں ملاحظہ ہو۔ غلطی کی وجہ اور متعلقہ تبصرہ کے نمبر ۱، ۳، اور ۱ کو پڑھ لیں۔ ڈاکٹر صاحب کو خود بھی معلوم ہے کہ جوتنے کے جوڑے کے لئے بھی زوجین آتا ہے (جیسا کہ ان کی کتاب میں ہے) میں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہیں پڑھا ہے) حالانکہ ان میں جنسیات کا وجود نہیں۔ لغت میں زوج کے معنی جوڑے کے علاوہ "ہر چیز کی قسم بھی دیے ہوئے ہیں۔ کہیں "زوج" کا مطلب "مقابل قسم" لیا جاتا ہے خصوصاً زوجین میں۔ جیسے جوتے کے جوڑے میں ایک دوسرے کا مقابل ہوتا ہے۔ میاں بیوی بھی اسی لئے "زوجین" کہلاتے ہیں پس آیت زیر بحث میں "ازواجاً من نبات شتّٰی کا صحیح ترجمہ "اقسام مختلفہ کے نباتات" ہے۔

۳۔ صفحہ ۲۹۔ پھل دار پودوں کے اندر جنسی خصوصیات ہوتی ہیں۔ اس جدید نباتیاتی حقیقت پر سورہ رعد کی آیت ۳ روشنی ڈال رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے آیت کا ترجمہ کیا ہے:

"اور اس (زمین) میں ہر نوع کے پھلوں میں دو دو کے جوڑے پیدا کئے" جو غلط ہے۔ کیونکہ انہوں نے جوڑے سے مراد نر و مادہ لئے ہیں۔ سو اول تو پھلوں میں نر و مادہ ہوتے ہی نہیں۔ البتہ بعض درختوں میں ہوتے ہیں جیسے کھجور یا پپیتہ (اکثر نباتات میں تو ایک ہی پودے کے پھولوں میں بیج پیدا کرنے والے نر و مادہ حصے یا اعضا ہوتے ہیں) دوسرے اس زمانہ کے لوگ تناسل و توالد نباتات کا کوئی قابل لحاظ علم بھی نہیں رکھتے تھے پس صحیح ترجمہ آیت کا یہ ہوگا۔

"اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کئے۔ (مثلاً کھٹے اور میٹھے، چھوٹے اور بڑے کوئی کسی رنگ کا کوئی کسی رنگ کا") واضح رہے کہ قرآن میں زوجین سے نر و مادہ صرف وہاں مراد ہوں گے جہاں یہ لفظ انسانوں یا حیوانوں کے لئے آیا ہو ورنہ ترجمہ زوجٌ کا "مقابل قسم" یا "محض قسم" سے کیا جانا ہی صحیح ہوگا۔ اور یقیناً جن مفسرین نے اس کے خلاف کیا ہے مثلاً علامہ یوسف علی یا مولانا مودودی وہ سب غلطی پر ہیں بلکہ غیر شعوری طور پر گناہ کے مرتکب بھی۔ کیونکہ ان کی اس تفسیری جدت سے بواسطہ یہ لازم آتا ہے کہ معاذاللہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحیح تفسیر سمجھنے سے قاصر رہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بھی معاذاللہ عقول عامہ کی رعایت ملحوظ نہ رکھی۔ اور آیت زیر بحث میں دو کا عدد بھی تمثیلاً ہے۔ ورنہ بعض پھلوں یا چیزوں کی بہت سی قسمیں بھی ہوتی ہیں۔

ایک مشہور آیت جس کے ترجمہ میں یہ جدید مفسرین غلطی کرتے ہیں یہ ہے:

ومن کل شیئٍ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون۔ اور دوسری سبحٰن الذی خلق الازوٰج کلّھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لایعلمون۔ دونوں میں زوجین و ازواج سے مراد نر و مادہ نہیں ہیں۔ (احقر قارئین سے ملتجی ہے کہ وہ ان دونوں[1] آیتوں کی تفسیر "بیان القرآن" میں ضرور دیکھ لیں جس سے ان کو نفع بھی پہنچے گا اور احقر ان کا ممنون بھی ہوگا) البتہ سورہ ہود کی آیت ۴۰ "من کلٍّ زوجین اثنین" کا ترجمہ "ہر قسم (کے جانوروں میں) سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو کیا جائے گا۔ کیونکہ یہاں "زوجین" کا جانوروں کے لئے آنا واضح ہے۔ امید ہے کہ اب قارئین کرام احقر کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔

۴۔ صفحہ ۲۹، ۳۰۔ غذا سے خون اور دودھ بننے اور دوران خون کے متعلق جدید ترین طبی معلومات پیش کرنے کے بعد صفحہ ۳۱ پر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:-

[1] پہلی ان میں سے آیت ۴۹ سورہ ذاریات ہے اور دوسری آیت ۳۶ سورہ یٰس ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اس حقیقت کی وضاحت قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے جسے صدیوں تک سمجھے بغیر مفسرین ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے ہیں. لیکن آج اس آیت کو سمجھنا مشکل نہیں رہا ہے۔" اس کے بعد انہوں نے آیت ۶۶ سورہ نحل کا ترجمہ دیا ہے. جو لفظی ترجمہ کی حد تک بالکل درست ہے. ذیل میں ہم "بیان القرآن" سے آیت کا تفسیری ترجمہ معہ ذیلی فوائد کے پیش کرتے ہیں:۔

"اور نیز تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے (دیکھو) اُن کے پیٹ میں جو گوبر اور خون (کا مادہ) ہے اس کے درمیان میں سے (دودھ کا مادہ کہ ایک حصہ خون کا ہے، بعد ہضم غذا کے جدا کرکے تھن کے مزاج اور خاصیت سے اس کا رنگ بدل کر اس کو) صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ (بنا کر) ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں۔"

ف. نُسقیکم مما فی بطونہ الخ میں یہ مراد نہیں کہ پیٹ میں ایک طرف گوبر ہوتا ہے اور ایک طرف خون اور دونوں کے درمیان دودھ رہتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو غذا ہوتی ہے اس میں دودھ بننے والے اور گوبر بننے والے اجزا مخلوط ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جدا جدا کرتے ہیں. کچھ حصہ گوبر بن جاتا ہے اور کچھ ہضم کبدی میں اخلاط بنتے ہیں جن میں خون بھی ہے پھر خون میں دودھ بننے والا اور نہ بننے والا حصہ دونوں مخلوط ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک حصہ جدا کرکے پستان (تھن) تک پہنچاتا ہے۔ جہاں وہ دودھ بن جاتا ہے جیسا کہ اُنثیین میں خاصیت رکھی ہے کہ خون وہاں پہنچ کر مادہ منویہ بن جاتا ہے یہ سب اللہ پاک کے کام ہیں۔

اب ہم ڈاکٹر صاحب سے بڑے ادب سے دریافت کرتے ہیں کہ آیت کا مفہوم سمجھنے کے لئے کیا قرآن کے مخاطبین اولین کو بلکہ ہم لوگوں کو بھی اس سے زیادہ کچھ سمجھنے کی ضرورت ہے. اور کیا آپ تفسیر بالا کو سنجیدگی کے ساتھ "ادہر ادہر کی باتیں کرنا،، کہہ سکتے ہیں؟

بقیہ صـ ۵۶

فرمایا، مالک! کتاب لاؤ، مالک کتاب لایا. تو حضرت ابن شہاب زہری نے چالیس حدیثیں بیان کیں. اور ٹھہر گئے تو امام مالک نے عرض کیا! حضرت کچھ اور احادیث بھی بیان فرمائیے. ابن شہاب زہری نے فرمایا. یہی کافی ہیں اگر یاد کر لیں گے تو تمہارا شمار حفاظِ حدیث سے ہو گا۔

امام مالک نے عرض کیا. حضرت! میں نے آپ کی ارشاد فرمودہ احادیث آپ کے بیان کرتے ہی یاد کر لی ہیں۔ ابن شہاب زہری نے امام مالک کے ہاتھ سے تختیاں لے لیں اور فرمایا مالک! یاد کی ہوئی احادیث سنائیے! امام مالک نے سب حدیثیں سنا دیں. ابن شہاب زہری نے ہونہار شاگرد کا یہ ذوقِ علم اور وفورِ حافظہ دیکھ کر فرمایا. عزیز جاؤ تم علم کے زبردست فقیہہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیپیٹل ڈیویلپمنٹ اتھارٹی

CAPITAL DEVELOPMENT AUTHORITY ISLAMABAD

اسامیاں خالی ہیں

کیپیٹل ڈیویلپمنٹ اتھارٹی

پرسانل ڈائریکٹوریٹ

اسامیاں خالی ہیں

کیپٹیل ڈویلپنٹ اتھارٹی میں درج ذیل اسامیوں کے لئے پاکستان کے شہری امیدواروں سے درخواستیں مطلوب ہیں۔ اسامیاں خالصتاً عارضی ہیں لیکن غیر معینہ مدت کے لئے جاری رہنے کا امکان ہے۔

۲۔ اسامیوں کے لئے درکار کم از کم قابلیت اور تجربہ اور پے سکیل بمعہ دیگر سہولیات حسب ذیل حاصل ہوں گی۔

نمبر شمار	نام اسامی	بی پی ایس	قابلیت تجربہ
۱۔	کاسٹ اکاؤنٹینٹ	۱۷ (۱۹۰۰-۱۲۰-۳۰۴۰)	بی کام معہ PIIA انٹرمیڈیٹ کاسٹ اکاؤنٹنگ میں کم از کم ۳ سالہ تجربہ
۲۔	میڈیکل ٹیکنالوجسٹ	۱۶(۱۰۵۰-۸۰-۲۲۵۰)	i۔ بی ایس سی میڈیکل ٹیکنالوجی معہ بڑی نیوکلیئر میڈیسنز ii۔ ان کو ترجیح دی جائے گی جو شعبہ میں تجربہ رکھتے ہیں۔
۳۔	سائنٹیفک فوڈ آفیسر	۱۶	i۔ بی ایس سی (ہوم اکنامکس) معہ سپیشلائز بحیثیت ڈائیٹیشن ii۔ تجربہ کار امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی
۴۔	سٹاف نرسز (خاتون)	۱۴(۸۵۰-۵۰-۱۸۵۰)	i۔ میٹرک ii۔ جنرل نرسنگ میں ڈپلوما iii۔ مڈوائفری میں ڈپلوما i۔ جاب کا سابقہ تجربہ رکھنے والے کو ترجیح
۵۔	لیبارٹری ٹیکنیشن	۹(۶۲۰-۲۹-۱۲۰۰)	i۔ میٹرک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ii۔ ڈپلوما / سرٹیفکیٹ از این آئی ایچ یا اے ایف آئی پی

iii۔ ۳ سالہ تجربہ کسی ہسپتال میں بحیثیت لیبارٹری ٹیکنیشن

۹۔ سٹورمین ۵ (۵۲۰-۱۸-۸۸۰) i۔ میٹرک

ii۔ ترجیحاً سٹورز کی دیکھ بھال میں تجربہ رکھتے ہوں۔

۳۔ امیدواران درج ذیل سہولیات کے اہل ہوں گے۔

i۔ اکاموڈیشن — مشاہرہ کے ۵٪ کی شرح سے بتابع دستیابی یا کرایہ مکان الاؤنس بمطابق قواعد حاصل ہوگی۔

ii۔ میڈیکل — مفت طبی علاج معالجہ برائے ملازم اور اہل خانہ بمطابق قواعد حاصل ہوگا۔

iii۔ جی پی فنڈ — سی ڈی اے قواعد کے تحت حاصل ہوگا۔

i۔ پنشن / گریجوائٹی — سی ڈی اے پنشن ریگولیشنز ۱۹۸۱ء کے مطابق حاصل ہوگی۔

۴۔ عمر ۳۵ سال سے زیادہ نہ ہو، حقیقی مستحق صورتوں میں قابل رعایت۔

۵۔ ملازمت پر تقرری وفاقی حکومت کے مقررکردہ صوبائی / علاقائی کوٹہ کے مطابق کی جائے گی۔

۶۔ اسامیاں سیریل نمبر ۴ مثلاً سٹاف نرسسز کو -/۳۰۰ روپے ماہوار نرسنگ الاؤنس اور -/۱۲۵ روپے یونیفارم الاؤنس مقررہ شرائط کے تابع دیا جائے گا۔ نرسز ہوسٹل میں غیر شادی شدہ امیدواروں کو بلا کرایہ رہائش مہیا کی جائیگی

۷۔ درخواست فارمز باقاعدہ مکمل شدہ بہمراہ نقول ڈگریاں، ڈپلوما، سرٹیفکیٹس اور تصدیقات ڈائریکٹریٹ آف پرسانل، سی ڈی اے فلیڈ بلاک۔ II خیابان سہروردی اسلام آباد کو ۸ جنوری ۱۹۸۷ء کو یا قبل پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواست فارمز ڈی ڈی او (سیکرٹریٹ) سی ڈی اے، واقع فلیڈ بلاک II خیابان سہروردی، اسلام آباد سے -/۳ روپے فی فارم ادا کر کے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ایسے امیدواران جو راولپنڈی / اسلام آباد کے علاوہ جگہ پر سکونت پذیر ہیں۔ ڈی ڈی او (سیکرٹریٹ) سی ڈی اے اسلام آباد کو منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر کے ذریعہ -/۴ روپے بھیج سکتے ہیں۔ جس کے وصول ہونے کے بعد فارم ان کو فراہم کر دیے جائیں گے۔

۸۔ برسر روزگار امیدواران اپنی درخواست موزوں توسط سے ارسال کریں۔

(عبدالوحید) ڈائریکٹر پرسانل

کیپٹیل ڈویلپمنٹ اتھارٹی، اسلام آباد۔ فون ۸۲۳۱۲۳

(PID) 2727/1(6138-C)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com